اصل حوالہ جات کے اسکین کے ساتھ!

کیاامام اشعری رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی کے تین دور تھے؟ اور وہ فوٹوسٹیٹ سنّی تھے؟

مرتّب
مولانا ساجد خان نقشبندی صاحب
(فاضل جامعہ دارالعلوم کراچی مدرّس دارالعلوم مدنیہ)

جمعیۃ اہل السّنۃ والجماعۃ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

قارئین کرام! کراچی کے ایک معزز ومکرم صاحب علم شیخ الحدیث مدظلہ العالی کادورہ تفسیر کاایک کلپ سنا جس میں وہ فرماتے ہیں کہ:

’’امام اشعری رحمۃ اللہ علیہ پر تین دور گزرے ہیں۔ پہلے معتزلی تھے اس کے بعد فوٹوسٹیٹ سنی ہوئے اور پھر آخر عمر میں ’’الابانہ‘‘ لکھ کر پکی سنی ہو گئے‘‘۔(مفہوم)

ہم اس مختصر رسالہ میں اس بات پر کچھ تبصرہ کرنا چاہتے ہیں،اور اہل علم حضرات کی خدمت میں التماس کرتے ہیں کہ اگر ہم اپنی اس وضاحت میں غلطی پر ہیں تو ہماری اصلاح کی جائے۔

دراصل یہ بات ہماری معلومات کی حد تک سب سے پہلے شیخ الاسلام علامہ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے تلمیحا (اشارۃ) کی اس کے بعد ان کے مایہ ناز شاگرد امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ و امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے (تصریحا) واضح طور پر لکھا کہ امام اشعری پر تین دور گزرے ہیں۔

ظاہر سی بات ہے کہ اتنے بڑے جبال علم جب کسی بات کی صراحت کریں تو کسی کا بھی غلط فہمی میں مبتلا ہو جانا کوئی بعید از عقل نہیں۔لیکن اللہ پاک ان سب پر اپنی رحمتیں نازل فرمائیں ان کا یہ موقف دلائل وقرائن کی روشنی میں درست نہیں۔ان کے تین ادوار کا خلاصہ ان حضرات نے یوں بیان کیا:

(۱) پہلا دور اعتزال کا تھا۔(جس میں تمام صفات الٰہیہ کاوہ انکار کرتے)

(۲) دوسرا دور فوٹوسٹیٹ سنی کا تھا۔(جس میں صفات خبریہ کی تاویل کرتے)

(۳) تیسرا پکا سنی واہل السنۃ والجماعۃ۔(جس میں صفات خبریہ کی تاویل نہیں کرتے اور بغیر تکییف وتاویل کے انہیں تسلیم کرتے)

بقول شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ امام اشعری رحمۃ اللہ علیہ پہلے معتزلی تھی پھر انہوں نے ابن کُلاب کے مذہب کو اختیار کیا(اس دور میں وہ صفات میں تاویل کے قائل تھے)اس کے

بعد جب بغداد وارد ہوئے تو پوری طرح امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے مذہب ومسلک کو اختیار کرلیا۔(اور بقول شیخ الاسلام امام صاحب کے مسلک میں تاویل وتکییف نہیں)۔

إن الأشعری وإن کان من تلامذة المعتزلة ثم تاب، فإنه تلمیذ الجبائی، ومال إلی طریقة ابن کلاب، وأخذ عن زکریا الساجی أصول الحدیث بالبصرة ثُمَّ لَمَّا قَدِمَ بَغْدَادَ أَخَذَ عَنْ حَنْبَلِيَّةِ بَغْدَادَ أُمُورًا أُخْرَی، وَذَلِكَ آخِرُ أَمْرِهِ کَمَا ذَکَرَهُ هُوَ وَأَصْحَابُهُ فِي کُتُبِهِمْ

(مجموع فتاوی ابن تیمیہ، ج ۳،ص ۱۴۶)

بقول امام ذہبی امام ابوالحسن اشعری رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی کے تین دور تھے۔ پہلے معتزلی تھے، پھر بعض مسائل میں سنی اور بعض میں سنی نہ تھے(یعنی پورے سنی نہ ہوئے تھے)البتہ آخری حالت یہ تھی کہ اکثر مسائل میں انہوں نے سنی مسلک قبول کرلیا تھا۔

قوله فی أبی الحسن الأشعری: وکان معتزلیاً ثم تاب، ووافق أصحاب الحدیث فی أشیاء یخالفون فیها المعتزلة، ثم وافق أصحاب الحدیث فی أکثر ما یقولونه، وهو ما دوناه عنه من أنه نقل إجماعهم علی ذلك، وأنه موافق لهم فی جمیع ذلك، فله ثلاثة أحوال: حال کان معتزلیاً، وحال کان سنیاً فی البعض دون البعض، وحال کان فی غالب الأصول سنیاً، وهو الذی علمناه من حاله، فرحمه الله وغفر له ولسائر المسلمین

(کتاب العرش، ج۱،۳۵۳، الناشر:اضوا السلف، المملکة العربیة السعودیة،الطبعة: الاولی، 1420ه)

قریب قریب یہی کچھ امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے نقل کیا ہے:

ذکروا للشیخ أبی الحسن الأشعری ثلاثة أحوال:أولها: حال الاعتزال التی رجع عنها لا محالة.الحال الثانی: إثبات الصفات العقلیة السبع وهی: الحیاة, والعلم, والقدرة, والإرادة, والسمع, والبصر, والکلام. وتأویل الخبریة کالوجه والیدین والقدم والساق

ونحو ذلك.الحال الثالث: إثبات ذلك كله من غير تكييف,ولا تشبيه, جرياً على منوال السلف، وهى طريقته فى (الإبانة) التى صنفها آخراً، وشرحه القاضى الباقلانى ، ونقلها أبو القاسم ابن عساكر ، وهى التى مال إليها الباقلانى ، وإمام الحرمين ، وغيرهما من أئمة الأصحاب المتقدمين،فى أواخر أقوالهم ،والله أعلم.

(طبقات الفقها الشافعيين،ج ۱،ص ۲۱۰،مکتبۃ الثقافۃ الاسلامیہ)

یہی کچھ علامہ زبیدی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اپنی کتاب ''اتحاف سادۃ المتقین ج ۱ص ۱۱،دارالکتب العلمیہ بیروت'' میں امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کیا ہے۔

موجودہ دور کے شیخ خالد بن عبد اللطیف بن محمد نور نے اپنی کتاب ''منہج اھل السنۃ والجماعۃ ومنھج الاشاعرۃ فی توحید اللہ،ج ۲،۳۰،۳۱'' پر اور ابراہیم عبدالرحیم نے اپنے مقالہ''نقض الامام ابی الحسن الاشعری لمعتقد الاشعریۃ فی الصفات'' میں اس بات کو نقل کیا دیگر سلفی حضرات کی کتب میں بھی یہ کچھ مل جائے گا۔

جواب:

((الجواب بعون الوھاب))

پہلی بات تو یہ کہ ان تینوں اکابر نے اس سلسلے میں کوئی ''ماخذ'' و''دلیل'' پیش نہیں کی۔بلکہ امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے تو ''ذکروا'' کہہ کر اس قصہ کا ''دم بریدہ'' ہوناذکر کردیا۔

ثانیا: یہ قول ان مشہور و مستفیض روایات کے خلاف ہے جس میں امام اشعری رحمۃ اللہ علیہ کا صرف اعتزال سے سنیت کی طرف مائل ہونا مذکور ہے۔جسے بڑی تفصیل کے ساتھ حافظ الدین والدنیا امام ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی مایہ ناز کتاب ''تبیین الکذب المفتری فیما نسب الی الامام الاشعری'' میں ذکر کیا ہے۔(اس کتاب کو امام ابن تیمیہ وامام ذہبی نے تسلیم کیا ہے)۔پس باسند ومشہور روایات کے مقابل میں یہ بے سند و شاذ قول مردود ہوگا۔

(ان تفصیلی روایات کیلئے ملاحظہ ہو کتاب: تبیین الکذب المفتری ص ۱۳۵تا ۱۴۴،مطبوعہ دارالتقوی شام جس کے عکس آخر میں دئے جارہے ہیں)

کیاان حضرات کے علاوہ سینکڑوں وہ لوگ وائمہ جو امام اشعری رحمۃ اللہ علیہ کی طرف اپنی نسبت کرتے ہیں، نیز امام اشعری رحمۃ اللہ علیہ کے شاگردوں اور امام اشعری رحمۃ اللہ علیہ کی سوانح و کارنامے لکھنے والوں میں سے کسی سے بھی امام اشعری رحمۃ اللہ علیہ کے ان تین ادوار کا ثبوت دیا جاسکتا ہے؟ ہرگز نہیں۔تو کیسے اتنابڑا دعوی بغیر کسی مستند ثبوت کے کیا جارہا ہے؟۔

ثالثاً: امام ابن تیمیہ و ابن کثیر و ذہبی رحمۃ اللہ علیہم اجمعین نے امام اشعری رحمۃ اللہ علیہ کے دوسرے دور جسے آج کل معاذ اللہ ''فوٹوسٹیٹ سنی دور'' جیسے تکلیف دہ الفاظ سے تعبیر کیا جارہا ہے اس پر دو اوہام پیش کیئے:

(۱) انہوں نے صفات میں ابن کلاب کی پیروی کی۔

(۲) صفات خبریہ میں تاویل کرتے۔

ہم ان دونوں اوہام کا تفصیلی جائزہ لیتے ہیں۔

پہلا وہم کہ امام اشعری رحمۃ اللہ علیہ درمیان مدت میں ''ابن کلاب'' کے مسلک کلامیہ پر تھے اس لئے معاذ اللہ سنی نہ تھے انتہائی عامیانہ شبہ و وہم ہے۔اس لئے کہ امام عبد اللہ ابن سعید القطانی المعروف با بن کلاب (بضم الکاف وتشدید اللام) خود اہل سنت کے ائمہ میں سے تھے۔لہذا ان کے مسلک کی طرف جانا یا ان کا مسلک قبول کرنا خود ''پکے سنی'' ہونے کی علامت ہے۔پس ابن کلاب کی موافقت اختیار کرنے پر ہرگز یہ نہیں کیا جاسکتا کہ اس دوران معاذ اللہ امام اشعری رحمۃ اللہ علیہ ''اعتزال وسنیت'' کے درمیان کسی مرحلہ میں تھے۔بلکہ یہ مرحلہ بھی پکے سنی ہونے کا مرحلہ تھا۔امام ابن کلاب، امام کرابیسی، امام حارث ابن المحاسبی اور امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہم اجمعین کے درمیان یقینا بعض امور پر اختلاف تھا لیکن وہ ایسا ہی اختلاف ہے جیسا ماتریدیہ و اشاعرہ، لیکن دونوں عقائد میں ایک ہی صافی کنویں سے سیراب ہونے والے ہیں۔یہی حال ان حضرات کا تھا۔چنانچہ امام ابن تیمیہ کے پوتے شاگرد علامہ تاج الدین السبکی نے امام ابن کلاب کو ائمہ اہلسنت میں سے شمار کیا ہے:

وَالسَّادِس أَنه إِقْرَار بِاللِّسَانِ والمعرفة وَهَذَا الْمَذْهَب يعزى إِلَى عَبْد الله بن سعيد ابْن كلاب وَكَانَ من أهل السّنة عَلَى الْجُمْلَة

(طبقات الشافعیہ، ج۱ص۹۵)

سعودی عرب سے سرکاری سطح پر چھپنے والی ابن تیمیہ کی کتاب کے محقق نے انہیں:

راس المتکلمین بالبصرۃ فی زمانہ

(بیان تلبیس الجہمیۃ، ج۶ص۲۳۹)

کہا۔ امام ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ ان کے متعلق امام قزوینی رحمۃ اللہ علیہ جو ائمہ مالکیہ میں سے ہیں کا قول نقل کرتے ہیں کہ ہمارے علم میں نہیں کہ کسی نے ابن کلاب کی طرف ''بدعت'' کی نسبت کی ہو بلکہ وہ سنت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے تمسک کرنے والے جہمیہ اور دیگر اہل بدعت پر رد کرنے والے تھے۔

وما علمنا من نسب الی ابن کلاب البدعة والذی بلغنا یتقلد السنة و یتولی الرد علی الجهمية و غیرهم من اهل البدع یعنی عبد الله بن سعید بن کلاب۔

(تبیین الکذب المفتری ص۶۹۸، ۶۹۹)

امام شہرستانی نے ابن کلاب کو سلف میں سے شمار کیا ان کے زمانے تک متکلمین کو ''صفاتیہ'' کہا جاتا کیونکہ معتزلہ کے مقابل وہ اللہ کی صفات ثابت کرتے پھر جب امام اشعری رحمۃ اللہ علیہ کا مناظرہ اپنے استاذ سے ہوا اور امام اشعری رحمۃ اللہ علیہ نے اعتزال سے توبہ کی تو سلف کا یہ پورا گروہ جسے ''صفاتیہ'' کہا جاتا امام اشعری رحمۃ اللہ علیہ کی طرف منسوب ہوگیا اور ''اشعریہ'' کہلایا جانے لگا۔ لہذا نہ تو ابن کلاب بدعتی تھے اور نہ معاذ اللہ امام اشعری فوٹوسٹیٹ سنی بلکہ اسی منہج و مسلک پر تھے جس پر امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے لیکر ابن کلاب رحمۃ اللہ علیہ تک اسلاف رہے۔

وَأَمَّا السَّلَفُ الَّذِينَ لَمْ يَتَعَرَّضُوا لِلتَّأْوِيلِ، وَلَا تَهَدَّفُوا لِلتَّشْبِيهِ= فَمِنْهُمْ: مَالِكُ بِنُ أَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، إِذْ قَالَ: (الِاسْتِوَاءُ مَعْلُومٌ، وَالْكَيْفِيَّةُ مَجْهُولَةٌ، وَالإِيمَانُ بِهِ وَاجِبٌ، وَالسُّؤَالُ عَنْهُ بِدْعَةٌ). وَمِثْلُ: أَحْمَدَ بِنِ حَنْبَلٍ رَحِمَهُ اللهُ، وَسُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ، وَدَاوُدَ بِنِ عَلِيٍّ الأَصْفهانِيِّ وَمَنْ تَابَعَهُمْ ، حَتَّى انْتَهَى الزَّمَانُ إِلَى عَبْدِ اللهِ بْنِ سَعِيدٍ الكُلَّابِيِّ وَأَبِي

الْعَبَّاسِ القلانسی وَالحَارِثِ بِنْ أَسَدٍ الْمُحَاسِبِيّ، وَهَؤُلَاءِ كَانُوا مِنْ جُمْلَةِ السَّلَفِ إِلَّا أَنَّهُمْ بَاشَرُوا عِلْمَ الْكَلَامِ، وَأَيَّدُوا عَقَائِدَ السَّلَفِ بِحُجَجٍ كَلَامِيَّةٍ، وَبَرَاهِينَ أُصُولِيَّةٍ، وَصَنَّفَ بَعْضُهُمْ وَدَرَسَ بَعْضٌ حَتَّى جَرَى بَيْنَ أَبِي الْحَسَنِ الأَشْعَرِيّ وَبَيْنَ أُسْتَاذِهِ مُنَاظَرَةٌ فِي مَسَائِلَ مِنْ مَسَائِلِ الصَّلَاحِ وَالأَصْلَحِ فَتَخَاصَمَا، وَانْحَازَ الأَشْعَرِيُّ إِلَى هَذِهِ الطَّائِفَةِ، فَأَيَّدَ مَقَالَتَهُمْ بِمَنَاهِجَ كَلَامِيَّةٍ، وَصَارَ ذَلِكَ مَذْهَبًا لِأَهْلِ السُّنَّةِ وَالْجَمَاعَةِ، وَانْتَقَلَتْ سِمَةُ الصِّفَاتِيَّةِ إِلَى الأَشْعَرِيَّةِ

(الملل والنحل،ص ۱۱۲، دارالکتب پشاور)

بلکہ امام ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے تو کمال کر دیا یہ لکھ کر کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اکثر مسائل کلامیہ کرابیسی و ابن کلاب سے لیتے ہیں:

أَنَّ الْبُخَارِيَّ فِي جَمِيعِ مَا يُورِدُهُ مِنْ تَفْسِيرِ الْغَرِيبِ إِنَّمَا يَنْقُلُهُ عَنْ أَهْلِ ذَلِكَ الْفَنِّ كَأَبِي عُبَيْدَةَ وَالنَّضْرِ بْنِ شُمَيْلٍ وَالْفَرَّاءِ وَغَيْرِهِمْ وَأَمَّا المباحث الفقهيه فغالبها مستمدة من الشَّافِعِي وَأبي عبيد وَأَمْثَالِهِمَا وَأَمَّا الْمَسَائِلُ الْكَلَامِيَّةُ فَأَكْثَرُهَا مِنَ الْكَرَابِيسِيِّ وبن كَلَابٍ وَنَحْوِهِمَا

(فتح الباری ج ۱، ص ۲۴۳، دارالمعرفۃ بیروت)

تو لیجیے اگر ابن کلاب رحمۃ اللہ علیہ کی پیروی "فوٹوسٹیٹ سنی" یا "نیم سنی" ہونے کی علامت ہے تو کیا امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں بھی یہ تسلیم کیا جائے گا کہ ان پر بھی ایک دور ایسا گزرا جس میں وہ معاذ اللہ "پورے سنی" نہیں تھے؟ پس امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا مسائل کلامیہ میں ابن کلاب رحمۃ اللہ علیہ سے استمداد اس بات کی دلیل ہے کہ ابن کلاب سنی تھے لہٰذا امام اشعری رحمۃ اللہ علیہ کا امام ابن کلاب رحمۃ اللہ علیہ کی پیروی کرنا ان کے سنی ہونے کی دلیل ہے۔

رہا امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ کا ان کو فوٹوسٹیٹ سنی اس بنا پر کہنا کہ صفات میں تاویل کرتے ہیں۔ یہ بھی انصاف سے بعید ہے اس لئے کہ صفات متشابہات میں تاویل کو متقدمین و متاخرین دونوں جائز کہتے ہیں پھر تو ان سب کو فوٹوسٹیٹ سنی کہا جائے۔ فرق یہ ہے کہ متقدمین

تاویل اجمالی کے قائل ہیں اور متاخرین تاویل تفصیلی۔
(تفصیل کیلئے ملاحظہ ہو (النجم المہتدی، ج اول یا پھر صفات متشابہات پر دیگر اہل علم کی کتب)

تاویل کو سنیت کے خلاف کہنا اور پھر اسی بنیاد پر یہ کہنا کہ جس وقت امام اشعری رحمۃ اللہ علیہ تاویل کرتے اس وقت پورے سنی نہ تھے پھر جب تاویل سے رجوع کرلیا تو سنی ہوگئے یہ بنا الفاسد علی الفاسد ہے۔اس لئے کہ بقول علامہ سبکی رحمۃ اللہ علیہ اشاعرہ کے ہاں صفات متشابہات میں دو قسم کے اقوال ونظرئے ہیں ایک (تفویض مع تنزیہ) دوسرا (تاویل مع تنزیہ)۔پس دونوں میں سے جس پر بھی عمل کرلیا جائے وہ "سنی، اشعری" ہی رہے گا نہ کہ فوٹو سٹیٹ سنی۔

ثم اقول لِلأَشاعرَة قَوْلَانِ مَشْهُورَانِ فِي إِثْبَاتِ الصِّفَاتِ، هَلْ تُمَرُّ عَلَى ظَاهِرِهَا مَعَ اِعْتِقَادِ التَّنْزِيهِ، أَوْ تُؤَوَّلُ؟ وَالقَوْلُ بِالإِمْرَارِ مَعَ اِعْتِقَادِ التَّنْزِيهِ= هُوَ المَعْزُوُّ إِلَى السَّلَفِ، وَهُوَ اِخْتِيَارُ الإِمَامِ [ای الجُوَينِيّ] فِي الرِّسالَةِ النِّظامِيَّة وَفِي مَوَاضِعَ مِنْ كَلَامِهِ، فَرُجُوعُهُ معناه الرُّجُوعُ عَنْ التَّأْوِيلِ إِلَى التَّفْوِيضِ، وَلَا إِنْكَارَ فِي هذا وَلَا فِي مُقَابِلِهِ، فَإِنَّهَا مُسَالَةٌ اجتهاديةٌ، أَعْنِي: مَسْأَلَةَ التَّأْوِيلِ وَالتَّفْوِيضِ مَعَ اِعْتِقَادِ التَّنْزِيهِ۔
(طبقات الشافعیہ، ج ۳،ص ۱۷۷، دارالکتب العلمیہ بیروت)

رابعا: جب امام اشعری رحمۃ اللہ علیہ نے اعتزال سے توبہ کی تو جم کر معتزلیوں کا رد کیا اور ان کیلئے قہر الٰہی بنے، جامع مسجد میں اپنی اس توبہ کا باقاعدہ اعلان کیا۔سوال یہ ہے کہ اگر معاذ اللہ وہ فوٹوسٹیٹ سنی تھے تو کیا اپنے اس دور سے بھی کوئی صراحۃ توبہ کی؟ اوراس دور کے عقائد پر بھی کوئی رد کیا؟ ہرگز نہیں۔پس معلوم ہوا کہ یہ قول محض وہم ہے اس پر کوئی دلیل قیامت تک نہیں دی جاسکتی۔

یاد رہے کہ بعض احباب امام اشعری رحمۃ اللہ علیہ کے اصل عقائد کیلئے موجودہ الابانۃ کا حوالہ دیتے ہیں کہ وہ ان کی آخری کتاب ہے لہذا اس میں جو لکھا وہی ان کا نظریہ تھا۔حالانکہ الابانۃ

ان کی آخری کتاب ہے یہ بات خود "محل نظر" ہے۔

(تفصیل کیلئے ملاحظہ ہو: دکتور ابراہیم برقان کا مضمون: إشكاليّة زمن تأليف الأشعريّ كتابي اللمع والإبانة

جوکہ "المجلة الأردنية في الدراسات الاسلامية، المجلد 4، العدد 4، كانون أول 2008م" میں چھپا تھا۔ یہ ۱۶ صفحات کا مقالہ پڑھنے کی چیز ہے)۔

ثانیا اس میں استوا علی العرش کا مسئلہ واضح طور پر مشبہ و مجسمہ کے موقف کے مطابق ہے۔ ثالثا اس میں امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا مشرک کہا گیا ہے معاذ اللہ۔ رابعا امام زاہد کوثری رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ الابانۃ کے نسخوں میں تحریف و تدسیس ہو چکی ہے لہذا ان پر کلی اعتماد نہیں کیا جاسکتا ہے (السیف الصقیل، ص ۱۰۸)۔ شیخ وہبی غاوجی نے اس موقف پر مستقل رسالہ بنام "نظرة علمية فى نسبة كتاب الابانة جميعه للامام أبي الحسن الأشعري" بھی تصنیف کیا ہے جو "دار ابن حزم" سے شایع ہو چکا ہے۔ شیخ زاہد الکوثری رحمۃ اللہ علیہ نے بھی السیف الصقیل کی تعلیقات میں ہند سے شایع ہونے والے "الابانۃ" کو محرف شدہ کہا ہے۔



مجموعة الفتاوى

لشيخ الإسلام

تقي الدين أحمد بن تيمية الحراني

المتوفى سنة ٧٢٨هـ

اعتنى بها وخرج أحاديثها

عامر الجزار — أنور الباز

الجزء الثالث

بحبل الله، وأزلت عامة ما كان في النفوس من الوحشة ، وبينت لهم أن الأشعري كان
٣/٢٢٨ من أجل المتكلمين المنتسبين / إلى الإمام أحمد ـ رحمه الله ـ ونحوه، المتصرين لطريقه، كما يذكر الأشعري ذلك في كتبه.

وكما قال أبو إسحاق الشيرازي (١): إنما نفقت الأشعرية عند الناس بانتسابهم إلى الحنابلة، وكان أئمة الحنابلة المتقدمين كأبي بكر عبد العزيز، وأبي الحسن التميمي، ونحوهما، يذكرون كلامه في كتبهم، بل كان عند متقدميهم كابن عقيل عند المتأخرين، لكن ابن عقيل له اختصاص بمعرفة الفقه وأصوله، وأما الأشعري فهو أقرب إلى أصول أحمد من ابن عقيل وأتبع لها، فإنه كلما كان عهد الإنسان بالسلف أقرب، كان أعلم بالمعقول والمنقول.

وكنت أقرر هذا للحنبلية، وأبين أن الأشعري ، وإن كان من تلامذة المعتزلة ثم تاب. فإنه كان تلميذ الجبائي، ومال إلى طريقة ابن كلاب، وأخذ عن زكريا الساجي أصول الحديث بالبصرة، ثم لما قدم بغداد أخذ عن حنبلية بغداد أمورًا أخرى ، وذلك آخر أمره كما ذكره هو وأصحابه في كتبهم.

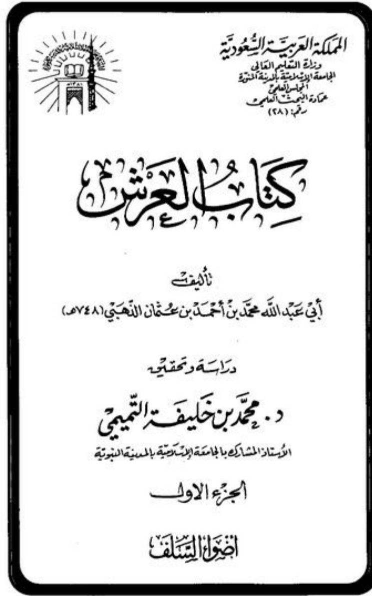
وكذلك ابن عقيل كان تلميذ ابن الوليد وابن التبان المعتزليين ثم تاب من ذلك. وتوبته مشهورة بحضرة الشريف أبي جعفر. وكما أن في أصحاب أحمد من يبغض ابن عقيل ويذمه ، فالذين يذمون الأشعري ليسوا مختصين بأصحاب أحمد، بل في جميع الطوائف من هو كذلك.

٣/٢٢٩ ولما أظهرت كلام الأشعري ـ ورآه الحنبلية ـ قالوا: هذا خير من / كلام الشيخ الموفق، وفرح المسلمون باتفاق الكلمة. وأظهرت ما ذكره ابن عساكر في مناقبه أنه لم تزل الحنابلة والأشاعرة متفقين إلى زمن القشيري ، فإنه لما جرت تلك الفتنة ببغداد تفرقت الكلمة، ومعلوم أن في جميع الطوائف من هو زائغ ومستقيم.

مع أني في عمري إلى ساعتي هذه لم أدع أحدًا قط في أصول الدين إلى مذهب حنبلي وغير حنبلي، ولا انتصرت لذلك، ولا أذكره في كلامي ، ولا أذكر إلا ما اتفق عليه سلف الأمة وأئمتها . وقد قلت لهم غير مرة: أنا أمهل من يخالفني ثلاث سنين إن جاء بحرف واحد عن أحد من أئمة القرون الثلاثة يخالف ما قلته فأنا أقر بذلك، وأما ما أذكره فأذكره عن أئمة القرون الثلاثة بألفاظهم، وبألفاظ من نقل إجماعهم من عامة الطوائف.

---

(١) هو أبو إسحاق إبراهيم بن علي بن يوسف الشيرازي، ولد سنة ٣٩٣هـ، له تصانيف كثيرة، منها: «التنبيه» و «اللمع» وغيرهما ، توفي سنة ٤٧٦هـ. [سير أعلام النبلاء ١٨/٤٥٢، وفيات الأعيان ١/٢٩-٣١].



المملكة العربية السعودية
وزارة التعليم العالي
الجامعة الإسلامية بالمدينة المنورة
المجلس العلمي
عمادة البحث العلمي
رقم: (٢٨)

كتاب العرش

تأليف
أبي عبد الله محمد بن أحمد بن عثمان الذهبي (٧٤٨هـ)

دراسة وتحقيق
د. محمد بن خليفة التميمي
الأستاذ المشارك بالجامعة الإسلامية بالمدينة النبوية

الجزء الأول

أضواء السلف

وأضرب لك على سبيل المثال لا الحصر مثالاً لفائدة انفرد بها كتاب «العرش» ولا توجد في كتاب «العلو» ؛ قوله في أبي الحسن الأشعري : «وكان معتزلياً ثم تاب ، ووافق أصحاب الحديث في أشياء يخالفون فيها المعتزلة ، ثم وافق أصحاب الحديث في أكثر ما يقولونه ، وهو ما دونناه عنه من أنه نقل إجماعهم على ذلك ، وأنه موافق لهم في جميع ذلك ، فله ثلاثة أحوال : حال كان معتزلياً ، وحال كان سنياً في البعض دون البعض وحال كان في غالب الأصول سنياً ، وهو الذي علمناه من حاله ، فرحمه الله وغفر له ولسائر المسلمين»[1].

والفوائد التي انفرد بها الكتاب من جنس هذه كثيرة ، يدرك قيمتها من احتاج إليها .

خامساً : قول المصنف في مقدمة كتاب العلو : «فإني كنت في سنة ثمان وتسعين وستمائة جمعت أحاديث وآثاراً في مسألة العلو ، وفاتني الكلام على بعضها ، ولم أستوعب ما ورد في ذلك ، فذيلت على ذلك مؤلفاً أوله (سبحان الله العظيم وبحمده على حلمه بعد علمه) ، والآن فأرتب المجموع وأوضحه هنا ...» .

ليس فيه إشارة واضحة إلى أن كتاب العرش هو المسودة الأولى لكتاب العلو ، فالمؤلف لم ينص على اسم الكتاب ولم يذكر مقدمته . ومن المؤكد أنه ليس هو المسودة الثانية التي أشار المؤلف إلى مقدمتها وهي غير مقدمة

طبقات الفقهاء الشافعيين

لابن كثير الدمشقي

تحقيق وتعليق وتقديم

الدكتور أحمد عمر هاشم
نائب رئيس جامعة الأزهر

الدكتور محمد زينهم محمد عزب

مكتبة الثقافة الدينية

وقال القاضي الباقلاني أحسن أحوالي أن أفهم كلام أبي الحسن الأشعري . قلت وذكروا للشيخ أبي الحسن رحمه الله ثلاثة أحوال أولها حال الأعتزال التي رجع عنها لا محاله اليها ، الثاني اثبات الصفات العقلية السبعة وهي الحيوة والعلم والقدرة والإرادة والسمع والبصر والكلام وتأويل الجبرية كالوجه واليدين والقدم والساق ونحو ذلك ، والحال الثالثة ايبان ذلك كله من غير تكشيف ولا تشبيه جريا على منوال السلف وهي طريقته في الإبانة التي صنفها آخراً وشرحها القاضي الباقلاني ونقلها الحافظ أبو القاسم بن عساكر وهي التي مال إليها الباقلاني وإمام الحرمين وغيرهما من أئمة أصحاب المتقدمين في أواخر قولهم والله أعلم .

قال الأستاذ أبو القاسم القشيري سمعت أبا علي الدقاق يقول سمعت زاهر بن أحمد الفقيه يقول مات الأشعري ورأسه في حجري ، وكان يقول إيئا في حال نوعه من داخل حلقة فدنيت إليه رأسي فكان يقول لعن الله المعتزله موهو أو محرقوا . وقال الحافظ أبوحازم العبدري سمعت زاهر بن أحمد يقول لما حضر أبو الحسن الأشعري في داري ببغداد إذ انتبه فقال اشهد على أني لا اكفر أحداً من أهل هذه القبلة لأن الكل يشيرون إلى معبود واحد ، وإن هذا كله لاختلاف العبارات . قلت مولد أبي الحسن الأشعري سنة ستين ومائتين وقيل سنة سبعين ومائتين والأول أشهر . قال الأستاذ أبو بكر ابن فورك والحافظ أبو يعقوب بن إسحاق بن إبراهيم القراب وأبو محمد بن حزم ومات عن سنة أربع وعشرين وثلاثمائة وقال غيرهم سنة ثلاثين وقيل سنة نيف وثلاثين وثلاثمائة ، وقيل سنة عشرين

شرح

كتاب قواعد العقائد

من كتاب

إتحاف السادة المتقين بشرح إحياء علوم الدين

تأليف
العلامة السيد محمد بن محمد الحسيني الزبيدي
الشهير بمرتضى
المتوفى ١٢٠٥ هـ

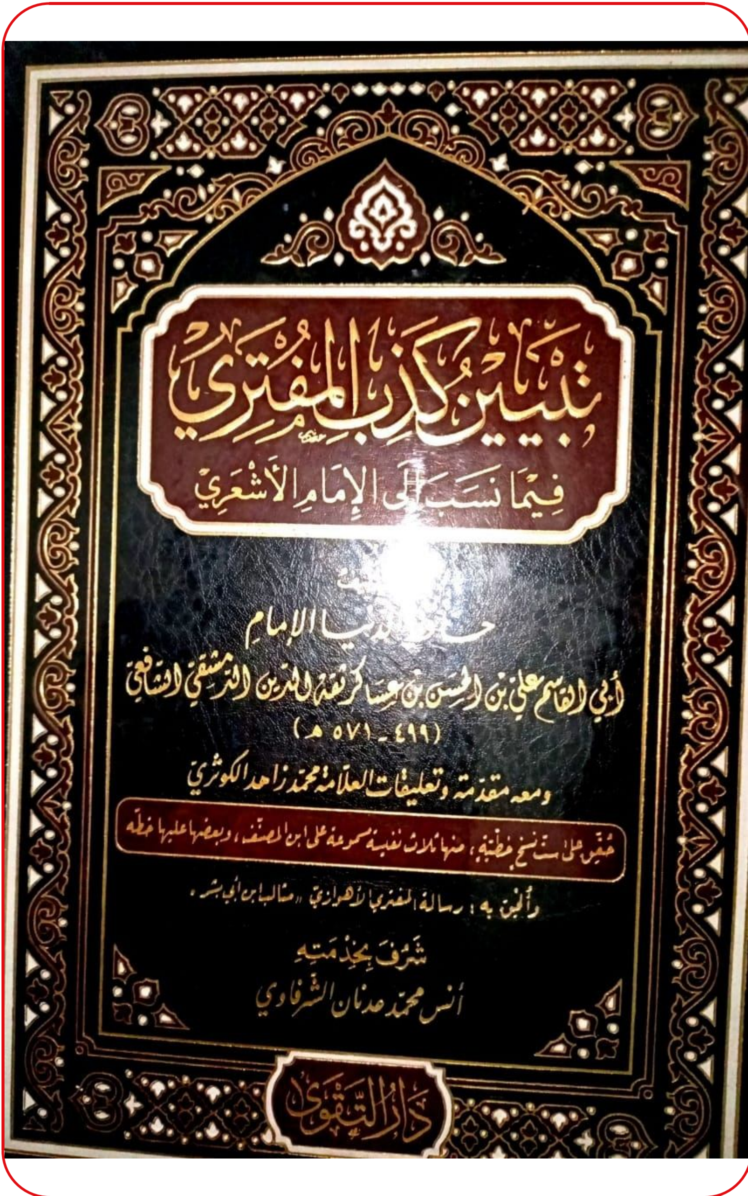
دار الكتب العلمية
Dar Al-Kotob Al-ilmiyah
DKi
أسسها محمد علي بيضون سنة 1971 بيروت - لبنان
Est. by Mohammad Ali Baydoun 1971 Beirut - Lebanon
Établie par Mohamad Ali Baydoun 1971 Beyrouth - Liban

في ترجمة الشيخ بأنه كان مالكي المذهب في الفروع، وحكى أنه سمع الإمام رافع الحمال يقول ذلك. وهكذا نقله الذهبي. قال السبكي: وقد وقع لي أن سبب الوهم فيه أن القاضي أبا بكر كان يقال له الأشعري لشدة قيامه في نصرة مذهب الشيخ، وكان مالكيًا على الصحيح الذي صرح ابن السمعاني في القواطع وغيره من النقلة الأثبات، ورافع الحمال قرأ على من قرأ على القاضي، فأظن اليورقي سمع رافعًا يقول: الأشعري مالكي فتوهمه يعني الشيخ، وإنما يعني رافع القاضي أبا بكر هذا ما وقع لي ولا أشك فيه واليورقي رجل معتزلي بعيد الدار عن بلاد العراق، متأخر عن زمان أصحاب الشيخ وأصحاب أصحابه، فيبعد عليه تحقيق حاله. وقد تقدم كلام الشيخ أبي محمد الجويني عن الأستاذ أبي إسحاق وكفى به، فإنه أعرف من رافع، ولا أحد في عصر الأستاذ أخبر منه بحال الشيخ إلا أن يكون الباقلاني اهـ.

وهذا الذي ذكره آخره مسلم، ولكن توجيهه لكلام رافع مستبعد كما لا يخفى، ولم لا يكون الشيخ عارفًا بالمذهبين يفتي بهما كما كان ابن دقيق العيد وغيره من جهابذة العلماء، ويكون دعوى كل من الفريقين صحيحًا فتأمل.

وقال ابن كثير: ذكروا للشيخ أبي الحسن الأشعري ثلاثة أحوال. أوّلها: حال الاعتزال التي رجع عنها لا محالة. الحالي الثاني: إثبات الصفات العقلية السبع وهي: الحياة والعلم والقدرة والإرادة والسمع والبصر والكلام، وتأويل الجزئية كالوجه واليدين والقدم والساق ونحو ذلك. والحال الثالث: إثبات ذلك كله من غير تكييف ولا تشبيه جريًا على منوال السلف، وهي طريقته في الإبانة التي صنفها آخرًا وشرحها الباقلاني ونقلها ابن عساكر وهي التي مال إليها الباقلاني وإمام الحرمين وغيرهما من أئمة الأصحاب المتقدمين في أواخر أقوالهم، والله أعلم.

واختلف في وفاته على أقوال فقال الأستاذ ابن فورك، والحافظ أبو يعقوب إسحاق بن إبراهيم القراب، وأبو محمد بن حزم: أنه مات سنة أربع وعشرين وثلاثمائة. وقال غيرهم: سنة ثلاثين، وقيل: سنة نيف وثلاثين، وقيل: سنة عشرين، والأوّل أشهر. **قلت**: وصححه ابن عساكر.


تبيين كذب المفتري
فيما نسب إلى الإمام الأشعري
الدنيا الإمام
أبي القاسم علي بن الحسن بن عساكر ثقة الدين الدمشقي الشافعي
(٤٩٩ - ٥٧١ هـ)
ومعه مقدمة وتعليقات العلامة محمد زاهد الكوثري
حقق على ست نسخ خطية، منها ثلاث نفيسة مقروءة على ابن المصنف، وبعضها عليها خطه
وألحق به: رسالة المفتري الأهوازي «مثالب ابن أبي بشر»
شرف بخدمته
أنس محمد عدنان الشرفاوي
دار التقوى

الثّفور ، أخبرنا محمدُ بن عبد الرحمـٰن المُخَلِّصُ ، أخبرنا رضوانُ بن أحمد الصيدلانيُّ ، أخبرنا أحمدُ بن عبد الجبار العُطارِديُّ ، أخبرنا يونسُ بن بُكير ، عن ابن إسحاقَ قال : (إبراهيمُ بن آزر ؛ وهو في التوراة : تارَحُ[1] بن ناحور بن أرغوي بن شارح بن فالح[2] بن عابر بن شالخ بن أرفخشذ بن سام بن نوح بن لمك بن متوشلخ[3] بن أخنوخ[4] بن يرد بن مهلاييل بن قمعان بن أَنُوش[5] بن شيث بن آدمَ أبي البشر عليه السلام)[6] .

وقال غيره : قينان[7] .

وقد اختُلِفَ في نسبِ إبراهيمَ عليه أفضلُ السلام[8] ، وقولُ ابنِ إسحاقَ يُكتفىٰ به عن قول غيره مِنْ علماء الإسلام[9] .

فأمَّا سببُ رجوع أبي الحسن عمَّا كان عليه ، وتبرِّيه ممَّا كان يدعو إليه :

١٧ـ فأخبرني الشيخ أبو المظفر أحمدُ بن أبي العباس الحسن بن محمد البِسْطَاميُّ الشَّعِيريُّ بِبسطامَ قال : أخبرنا جدِّي لأمِّي الشيخُ الزاهد أبو الفضل

---

(١) في (ب) : (تارج) ولا وجهَ له ، وفي (ط) : (تارخ) وقيل به ، وتارَح بوزان هاجَر .
(٢) كذا في (و) وأصل « تاريخ دمشق » (٦/ ١٦٥) ، وفي (أ ، ب ، د ، هـ) : (فالخ) ، ولا وجه له ، وفي (ط) : (فالغ) ، وقد مرَّ في الخبر السابق .
(٣) في (ب) : (متوشلح) .
(٤) في (و) : (أخنوح) ، وفي (ط) : (حنوخ) .
(٥) كذا في (ط) ، وفي سائر النسخ : (فوش) ، وأَنوش بوزان صبور ، وقيل : إِنُوش ، وهو بمعنىٰ : إنسان .
(٦) ورواه ابن هشام في « سيرته » (١/ ٢) من وجه آخر عن ابن إسحاق ، والبيهقي في « دلائل النبوة » (١/ ١٧٩) ، والمصنف في « تاريخه » (٣/ ٥٥) .
(٧) يعني : مكانَ (قمعان) ، والمثبت من (أ ، هـ ، ط) ، وفي (ب ، و) : (قيبان) .
(٨) قال الحافظ البيهقي في « شعب الإيمان » ذيل الخبر (١٣٢٦) : (وذلك لاختلاف النسَّابين في ذلك ؛ منهم من يزيد ، ومنهم من ينقص ، ومنهم من يغير) .
(٩) كلمةٌ تحفظ من الحافظ ابن عساكر في حقِّ الإمام ابن إسحاق .

محمدُ بن علي بن أحمد بن الحسين بن سهل السَّهْلَكيُّ البِسْطاميُّ قال : سمعتُ محمدَ بن علي بن الحسين الواعظَ رحمه الله يقول[١] : سمعت أحمدَ بن الحسن[٢] المتكلِّمَ قال : سمعتُ بعضَ أصحابنا يقول : إنَّ الشيخَ أبا الحسنِ رحمه الله لمَّا تبحَّرَ في كلام الاعتزال وبلغ غاية[٣] . . كان يُوردُ الأسئلةَ علىٰ أُستاذِيهِ في الدَّرس ، ولا يجدُ فيها جواباً شافياً[٤] ، فتحيَّرَ في ذلك ، فحُكِيَ عنه أنَّه قال :

وقعَ في صدري في بعض الليالي شيءٌ ممَّا كنتُ فيه مِنَ التَّتايُهِ[٥] ، فقمتُ وصليتُ ركعتين ، وسألتُ اللهَ تعالىٰ أن يهديَني الطريقَ المستقيم ، ونمتُ ، فرأيتُ رسول الله صلى الله عليه وسلم في المنام[٦] ، فشكوتُ إليه بعض ما بي مِنَ الأمر ، فقال رسولُ الله صلى الله عليه وسلم : عليك بسنَّتي ، فانتبهتُ ، وعارضتُ مسائلَ الكلام بما وجدتُ في القرآن والأخبار ، فأثبتُّهُ ونبذتُ سواه ورائي ظِهْرِيّاً .

---

(١) هو أبو علي الإسفرايني الحافظ الواعظ المعروف بابن السقا ، نقل المصنف في « تاريخه » (٥٤/ ٣٠١) عن الحافظ البيهقي عن شيخه الحاكم قوله : (من حفَّاظ الحديث والجوَّالين في طلبه ، والمعروفين بكثرة الحديث والتصنيف والشيوخ ؛ يعني : والأبواب ، وصحبة الصالحين من أئمة الصوفية من أقطار الأرض) .

(٢) في (ط) : (الحسين) .

(٣) ممَّا يدلُّك علىٰ بلوغه الغاية في مذهبهم قولُهُ نفسه رحمه الله تعالىٰ ـ وسيأتي ضمن الحديث عن تآليفه ـ حينما ألَّف كتابه « الجوابات في الصفات عن مسائل أهل الزيغ والشبهات » حيث قال عنه : (نقضنا فيه كتاباً كنَّا ألَّفناه قديماً فيها علىٰ تصحيح مذهب المعتزلة ، لم يُؤلَّف لهم كتابٌ مثله ، ثم أبان الله سبحانه لنا الحقَّ ، فرجعنا عنه فنقضناه ، وأوضحنا بطلانه) .

(٤) في (ب) وحدها : (منها) بدل (فيها) .

(٥) التَّتايُه : الضلالُ وعدم الاهتداء ، وفي (ط) وحدها : (العقائد) .

(٦) جاء في هامش (ب) : (رأىٰ رسول الله صلى الله عليه وسلم ثلاثَ مرات) ، وسيأتي ذكر ذلك قريباً .

* وذكر أبو القاسم حجّاجُ بن محمد الطرابلسيُّ مِنْ أهل طرابلس المغرب قال : سألتُ أبا بكرٍ إسماعيلَ بن أبي محمد بن إسحاق الأزديَّ القيراونيَّ المعروف بابن عَزْرَةَ رحمه الله . . عن أبي الحسن الأشعريِّ رضي الله عنه ، فقلتُ له : قيل لي عنه : إنَّه كان معتزلياً ، وإنَّه لما رجع عن ذلك أبقىٰ للمعتزلة نُكتاً لم ينقضها ؟ فقال لي : الأشعريُّ شيخنا وإمامُنا ، ومَنْ عليه مُعَوَّلُنا ، أقام علىٰ مذاهب المعتزلة أربعين سنةً ، وكان لهم إماماً ، ثم غاب عن الناس في بيته خمسةَ عشرَ يوماً ، فبعد ذلك خرج إلى الجامع ، فصعِد المنبر وقال : معاشرَ الناس ؛ إنِّي إنَّما تغيبتُ عنكم في هـٰذه المُدَّة لأنِّي نظرتُ ، فتكافأَتْ عندي الأدلَّة ، ولم يترجحْ عندي حقٌّ علىٰ باطل ، ولا باطلٌ علىٰ حقٍّ ، فاستهديتُ اللهَ تبارك وتعالىٰ ، فهداني إلى اعتقاد ما أودعتُهُ في كتبي هـٰذه ، وانخلعتُ مِنْ جميع ما كنتُ أعتقدُهُ كما انخلعتُ مِنْ ثوبي هـٰذا ، وانخلع مِنْ ثوبٍ كان عليه ورمىٰ به ، ودفع الكتبَ إلى الناس ؛ فمنها : كتابُ « اللمع » ، وكتابٌ أظهر فيه عَوار المعتزلة سمَّاه بكتاب : « كشف الأسرار وهتك الأستار » وغيرُهما ، فلمَّا قرأ تلك الكتبَ أهلُ الحديث والفقه مِنْ أهل السنة والجماعة . . أخذوا بما فيها ، وانتحلوهُ واعتقدوا تقدمتَهُ ، واتخذوهُ إماماً ؛ حتىٰ نُسِبَ مذهبُهم إليه[(١)] .

قال لي أبو بكرٍ : فصار عند المعتزلة ككتابيٍّ أسلمَ وأظهر عَوارَ ما تركه ،

(١) تفنَّن الإمام اللَّبلي في هـٰذه العبارة ؛ إذ قال في « فهرسته » (ص ٧٣) : (وأما أبو الحسن الأشعري الإمام رضي الله عنه شيخُ أبي الحسن الباهلي وشيخُ [أبي] عبد الله بن مجاهد المذكور وغيرهما : فهو صاحبُ المذهب الذي اتخذَهُ أهلُ الحديث والفقه من أهل السنة والجماعة إماماً ، حتىٰ نُسِبَ مذهبُهم إليه ، فنُسِبَ مَن تعلَّق لمذهب أهل السنة وتفقَّه في معرفة أصول الدين من بين سائر المذاهب . . إلى الأشعريِّ ؛ لحسن تصانيفه ، وصحَّة مذهبه واعتقاده ، فكثر الاستعمالُ لها ، والاشتغال بها) .

فهو أعدى الخلقِ إلىٰ أهل الذمَّة ، وكذلك الأشعريُّ أعدى الخلقِ إ
المعتزلة ؛ فهم يشنِّعون عليه الأشانيعَ ، وينسبون إليه الأباطيل .

١٨ـ أخبرَنا الشيخُ أبو القاسم بن أبي العباس بن أبي محمد الآدم قال
أخبرنا جدِّي أبو محمد بن أبي نصر المقرئ قال : سمعتُ الحسنَ بن علي
إبراهيم الفارسيَّ(١) يقول : سمعتُ أبا عبد الله الحُمْرانيَّ يقول : لم نشعرْ ي
الجُمعة وإذا بالأشعريِّ قد طلعَ علىٰ منبر الجامع بالبصرة بعد صلاة الجم
ومعه شريطٌ ، فشدَّه في وسطِهِ ثم قطعَهَ وقال : اشهدوا عليَّ أنِّي كنتُ علىٰ غ
دين الإسلام ، وأنِّي قد أسلمتُ الساعة ، وأنِّي تائبٌ ممَّا كنت فيه مِنَ الق
بالاعتزال ، ثم نزل(٢) .

الحُمْرانيُّ : مجهول(٣) .

* وذكر أبو عمرو عثمان بن أبي بكر بن حمود بن أحمد السَّفاقس
المغربيُّ ـ وكان فَهِماً فاضلاً لبيباً عاقلاً ، وقدم دمشقَ وسمع منه شي
شيوخنا ؛ أبو محمد عبد العزيز بن أحمد الكَتَّاني الحافظ وغيره ـ قال
سمعتُ الإمامَ أبا عبد الله الحسينَ بن محمد يقول : سمعتُ غيرَ واحد مِنْ أئ
يحكي كيف كان بَدءُ رجوعِ الإمام المبرَّأ مِنَ الزيغ والتضليل ؛ أبي الح
عليِّ بن إسماعيلَ ، أنَّه قال :

بينا أنا نائمٌ في العشر الأول مِنْ شهر رمضانَ . . رأيتُ المصطفىٰ صلى
عليه وسلم ، فقال : يا عليُّ ؛ انصر المذاهبَ المرويَّةَ عنِّي ؛ فإنَّها الح

(١) هو الأهوازي المفتري ، وانظر (ص ٤٥) .
(٢) انظر « تاريخ الإسلام » (٢٤/ ١٥٥) وفيه : (قال الأهوازي : سمعتُ أبا عبد الله الحُمراني . . .) .
(٣) ذكر الحافظ ابن حجر في « لسان الميزان » (٩/ ١١١) الحمرانيَّ وقصَّته في « التبيين »

فلمّا استيقظتُ . . دخل عليَّ أمر عظيمٌ ، ولم أزلْ مُفكِّراً مهموماً لرؤيايَ ولِمَا أنا عليه مِنْ إيضاح الأدِلَّةِ في خلاف ذلك .

حتىٰ كان العشرُ الأوسط ؛ فرأيتُ النبيَّ صلى الله عليه وسلم في المنام ، فقال لي : ما فعلتَ فيما أمرتُكَ به ؟ فقلتُ : يا رسولَ الله ؛ وما عسىٰ أن أفعلَ وقد خرَّجتُ للمذاهب المرويَّةِ عنكَ وجُوهاً يحتملُها الكلام ، واتبعت الأدلَّة الصحيحة التي يجُوز إطلاقها على الباري عزَّ وجلَّ ؟! فقال لي : انصرِ المذاهب المرويَّةَ عني ؛ فإنها الحقُّ ، فاستيقظتُ وأنا شديدُ الأسف والحزن ، فأجمعتُ علىٰ ترك الكلام ، واتبعت الحديثَ وتلاوة القرآن .

فلما كانت ليلةُ سبعٍ وعشرين ، وفي عادتنا بالبصرة أن يجتمعَ القرَّاء وأهل العلم والفضل فيختمون القرآن في تلك الليلة . . فكنتُ[1] فيهم علىٰ ما جرت عادتُنا ، فأخذني مِنَ النعاس ما لم أتمالكْ معه أن قمتُ ، فلمَّا وصلتُ إلى البيت . . نمتُ وبي مِنَ الأسف علىٰ ما فاتني مِنْ ختم تلك الليلة أمرٌ عظيم ، فرأيتُ النبيَّ صلى الله عليه وسلم ، فقال لي : ما صنعتَ فيما أمرتك به ؟ فقلتُ : قد تركت الكلام ، ولزمت كتابَ الله وسنَّتَكَ ، فقال لي : أنا ما أمرتُكَ بترك الكلام ![2]، إنَّما أمرتُكَ بنصرة المذاهب المروية عنِّي ؛ فإنَّها الحق ، فقلتُ : يا رسول الله ؛ كيف أدعُ مذهباً تصورتُ مسائلَهُ وعرفتُ أدلَّتَهُ منذ ثلاثين سنةً لرؤيا ؟ فقال لي : لولا أنِّي أعلم أن الله تعالىٰ يمدُّكَ بمددٍ مِنْ عنده . . لَمَا قمتُ عنك حتىٰ أُبيِّنَ لك وجوهَها ، وكأنك تَعُدُّ إتياني إليك هٰذا رؤيا ! أَوَرؤيايَ جبريلَ كانت رؤيا ؟! إنَّك لا تراني في هٰذا المعنىٰ بعدَها ، فجُدَّ فيه ؛ فإنَّ الله سيمدُّكَ بمددٍ مِنْ عنده .

---

(١) وقع في (ط) وحدها : (مكثت) .

(٢) في (أ ، د) : (أنا أمرتك بترك الكلام؟!) .

قال : فاستيقظتُ ، وقلتُ : ما بعد الحقّ إلا الضلالُ ، وأخذتُ في نُصرةِ الأحاديث في الرؤية والشفاعة والنظر وغير ذلك ، فكان يأتيني شيءٌ واللهِ ما سمعتُهُ مِنْ خصمٍ قطُّ ، ولا رأيته في كتاب ؛ فعلمتُ أنَّ ذلك مِنْ مَدَدِ اللهِ تعالى الذي بشَّرني به رسولُ الله صلى الله عليه وسلم .

١٩ـ وقرأتُ فيما رواه الشيخُ الزاهد أبو محمدٍ عبدُ القادر بن محمد الصدفيُّ القيروانيُّ المعروف بابن الخَيَّاط[1] قال : أخبرنا الشيخُ الفقيه أبو بكرٍ عبدُ الله بن محمد القرشيُّ القيروانيُّ قال : أخبرنا أبو عبد الله الحسينُ بن عبد الله بن حاتم الأَذَرِيُّ صاحبُ القاضي الجليل أبي بكر بن الباقلانيّ[2] قال : كان الشيخُ أبو الحسن عليُّ بن إسماعيلَ الأشعريُّ رضوان الله عليه في الأصل معتزليّاً ، فحكىٰ لنا أبو عبد الله الحسين المتكلِّم الرازيُّ قال : أخبرنا أبو الحسن ابن مهديٍّ بطبرستان قال : حكىٰ لنا الشيخ أبو الحسن رضي الله عنه قال :

كان الداعي إلىٰ رجوعي عن الاعتزال ، وإلى النظر في أدلَّتِهم ، واستخراج فسادهم . . أنّي رأيتُ رسول الله صلى الله عليه وسلم في منامي في أول شهر رمضان ، فقال لي : يا أبا الحسنِ ؛ كتبتَ الحديثَ ؟ فقلتُ : بلىٰ يا رسول الله ، فقال : أَوَما كتبتَ أنَّ اللهَ تعالىٰ يُرىٰ في الآخرةِ ؟ فقلتُ : بلىٰ يا رسول الله ، فقال لي صلى الله عليه وسلم : فما الذي يمنعُكَ مِنَ القولِ به ؟ قلتُ : أدلَّةُ العُقُول منعتني ، فتأوَّلْتُ الأخبار ، فقال لي : وما قامَتْ أدلَّةُ العقول عندك علىٰ أنَّ الله تعالىٰ يُرىٰ في الآخرة ؟! فقلتُ : بلىٰ يا رسول الله ، فإنَّما هي شُبَهٌ ، فقال لي : تأمَّلْها وانظرْ فيها نظراً مستوفىً ، فليست بشُبهٍ ، بل

(١) المتوفَّىٰ سنة (٥٠٧ هـ) ، وانظر « بغية الملتمس في تاريخ رجال أهل الأندلس » (ص ٣٩٤) .

(٢) وقد صنَّف كتاباً في مناقب شيخه الباقلاني ، وله كتاب « اللامع » في أصول الفقه . انظر « تراجم المؤلفين التونسيين » (١/ ٤٢) .

هي أدلَّة ، وغاب عنِّي صلى الله عليه وسلم .

قال أبو الحسن : فلمَّا انتبهتُ . . فزعتُ فزعاً شديداً ، وأخذتُ أتأمَّل ما قالَهُ صلى الله عليه وسلم ، واستثبتُّ ، فوجدتُ الأمرَ كما قال ، فقويَتْ أدلَّةُ الإثبات في قلبي ، وضعفَتْ أدلَّةُ النفيِ ، فسكتُّ ولم أُظهِرْ للناس شيئاً ، وكنتُ متحيِّراً في أمري ، فلمَّا دخلنا في العشر الثاني مِنْ رمضانَ[1] . . رأيتُهُ صلى الله عليه وسلم قد أقبلَ ، فقال : يا أبا الحسنِ ؛ أيَّ شيء عملتَ فيما قلتُ لك ؟ فقلتُ : يا رسولَ الله ؛ الأمرُ كما قلتَ صلى الله عليك ، والقوَّة في جَنَبةِ الإثبات[2] ، فقال لي : تأمَّلْ سائرَ المسائل وتذكَّرْ فيها ، فانتبهتُ ، فقمتُ وجمعتُ جميعَ ما كان بين يديَّ مِنَ الكتب الكلاميَّات ، وضَبَّرتُها ورفعتُها[3] ، واشتغلتُ بكتب الحديث وتفسيرِ القرآن والعلوم الشرعية ، ومع هذا فإنِّي كنت أتفكَّرُ في سائر المسائل ؛ لأمره صلى الله عليه وسلم إيايَ بذلك .

قال : فلمَّا دخلنا في العشر الثالث . . رأيته صلى الله عليه وسلم ليلةَ القدر ، فقال لي وهو كالحَرْدانِ[4] : ما عملتَ فيما قلتُ لك ؟ فقلتُ : يا رسولَ الله ؛ أنا مُتفكِّرٌ فيما قلتَ ، ولا أدعُ التفكُّرَ والبحثَ عليها ، إلا أنِّي قد رفعت الكلام كُلَّهُ وأعرضتُ عنه[5] ، واشتغلتُ بعلوم الشريعة ، فقال لي مغضباً : ومَنِ الذي أمرَكَ بذلكَ ؟! صنِّفْ وانصرْ هذه الطريقةَ التي أمرتُكَ بها ؛ فإنَّها ديني ، وهو الحقُّ الذي جئتُ به ، وانتبهتُ .

---

(١) في (ب) : (دخلت) بدل (دخلنا) .
(٢) الجَنَبَةُ والجنب والجانب : بمعنىً ، وفي (و ، ط) : (جانب) .
(٣) ضبَّرتها : جمعتها في إضبارة ؛ وهي حزمة الكتب ، وقوله : (وتذكَّرْ) كذا في جميع النسخ ، وفي (هـ) : (وتفكر) وبعدها نسخة : (وتذكر) .
(٤) الحردان : المتنحي المعتزل عن غضبٍ .
(٥) وقع في (ط) وحدها : (رفضت) بدل (رفعت) .

قال لي أبو الحسن رضي الله عنه : فأخذتُ في التصانيف والنُّصرة ، وأظهرتُ المذهب[١] .

فهٰذا سببُ رجوعه عن مذاهب المعتزلة إلىٰ مذاهب أهل السنة والجماعة رحمةُ الله عليه ورضوانُهُ .

فإن قيل : كيف يبرأ مِنَ البدعة مَنْ كان رأساً فيها ؟ وهل يُثبتُ لله الصفاتِ مَنْ كان دهرَهُ ينفيها ؟ وهل رأيتم بدعِيّاً رجعَ عن اعتقادِ البدعة ، أو حُكمَ لمن أظهرَ الرجوع منها بصحَّة الرَّجعة ؟ وقد قيل : إنَّ توبةَ البدعيِّ غيرُ مقبولةٍ ، وفيئتُهُ إلى الحقِّ بعد الضلال ليست بمأمولة ، وهَبْ أنَّا قلنا بقبول توبته إذا أظهرها ؛ أفما ينقصُ ذاك مِنْ رتبتِهِ عند مَنْ خَبَرَها ؟!

قلنا : هٰذا قولٌ عَرِيٌّ عن البُرهان ، وقائلُهُ بعيدٌ مِنَ التحقيق عند الامتحان ، بل التوبةُ مقبولةٌ مِنْ كلِّ مَنْ تاب ، والعفو مِنَ الله مأمولٌ عن كلِّ مَنْ أناب ، والأحاديثُ التي رُويت في ذلك غيرُ قويةٍ عند أرباب النقل[٢] ، والقولُ بذلك مستحيلٌ أيضاً مِنْ طريق العقل[٣] ؛ فإنَّ البدعةَ لا تكون أعظمَ مِنَ الشرك ، ومَنِ ادَّعىٰ ذلك . . فهو مِنْ أهل الإفك ، ومع ذلك فيُقبل إسلامُ الكتابيِّ والمرتدِّ والكافر الأصليِّ ، فكيف يستحيلُ عندكم قبولُ توبة المبتدع المِلِّيِّ وقد قال الله عزَّ وجلَّ : ﴿ إِنَّ ٱللَّهَ لَا يَغْفِرُ أَن يُشْرَكَ بِهِۦ وَيَغْفِرُ مَا دُونَ ذَٰلِكَ ﴾ [النساء : ٤٨] ؟! والبدعة إذا كَشفْتَ عن حقيقتها . . وجدتَها دون الشرك ممَّا

(١) يعني : أظهرتُ مذهبَ أهل السنة مؤيَّداً ومنصوراً بعلم الكلام .

(٢) كحديث : « إنَّ اللهَ حَجَرَ التوبةَ عن كُلِّ صاحبِ بدعةٍ » ، رواه البيهقي في « شعب الإيمان » (٩٠١٠) وما بعده من حديث سيدنا أنس رضي الله عنه ، وقد حكم ابن عدي في « الكامل » (٧/ ٥٠٥) بنكارة متنه وسنده .

(٣) يعني : إن سلَّم العقل بالقياس الأولويِّ ، وإلا فالمقرَّر عند أهل السنة أن التوبة في الشرع فضلاً عن العقل قبولُها بمحض الفضل .

هنالك ، فإذا كان يقبلُ الرجوعَ عن الشرك الذي لا يغفرُهُ . . فكيف لا يقبلُ توبةَ مبتدعٍ لا يُشرِكُ به ولا يكفرُهُ ؟!

وأكثرُ العلماء مِنْ أهل التحقيق ، على القول بقبول توبة الزنديق ، مع ما ينطوي عليه اعتقادُهُ الرديءُ مِنَ الخُبث ، وما يعتقدُ[1] مِنْ جحود الصانع وإنكار البعث[2] ، والمبتدعُ لا يجحدُ الرُّبوبيَّةَ ، ولا يُنكر عظمةَ الإلـٰهيَّة ، وإنَّما يَترُكُ بعضَ ما يجبُ عليه أن يعتقدَهُ ؛ لشُبَهٍ وقعَتْ له تَنَكَّبَ فيها رشَدَهُ .

وقد سمعنا بجماعةٍ مِنَ الأئمَّة كانوا على أشياءَ رجعوا عنها ، وتركوها بعدَ ما سلكوها وتبرَّؤوا منها ، فلم ينقصْهم ما كانوا عليه مِنَ الابتداع ، لمَّا أقلعوا عنه ورجعوا إلى الاتِّباع ، وقد كان أكثرُ الصحابة الكرام ، يدينون بعبادة الأوثان والأصنام ، ثم صاروا بعدُ سادةَ أهل الإسلام ، وقادةَ المسلمين في الأمور العظام ، وقد :

٢٠ـ أخبرَنا الشيخُ أبو الأعزِّ قُراتكينُ بن الأسعد قال : أخبرنا الحسنُ بن عليٍّ الجوهريُّ ، أخبرنا أبو الحسن عليُّ بن عبد العزيز بن مَرْدَكَ[3] ، أخبرنا أبو محمد عبدُ الرحمـٰن بن أبي حاتم الرازيُّ ، قال : أخبرني أبو عثمان[4] الخوارزمي نزيلُ مكَّة فيما كتب إليَّ قال : قال أبو ثور : كنتُ أنا وإسحاقُ بن

---

(١) في (ط) وحدها : (يعتقده) .
(٢) قال الإمام النووي في « شرح صحيح مسلم » (١/ ٢٠٧) : (اختلف أصحابنا في قبول توبة الزنديق ؛ وهو الذي ينكر الشرعَ جملةً ، فذكروا فيه خمسة أوجه لأصحابنا : أصحُّها والأصوبُ منها قبولُها مطلقاً ؛ للأحاديث الصحيحة المطلقة) .
(٣) مردك : علمٌ فارسي اللفظ ؛ ومعناه عندهم : الرجل الصغير ، وانظر « تاج العروس » (ر د ك) .
(٤) غير واضحة في (ب) .

راهويه وحُسينٌ الكرابيسيُّ ـ وذكر جماعةً مِنَ العراقيين ـ ما تركنا بدعتَنا حتىٰ رأينا الشافعيَّ .

قال أبو عثمان : وحدثنا أبو عبد الله الفسويُّ ، عن أبي ثور قال : لمَّا ورد الشافعيُّ العراق[1] . . جاءني حسينٌ الكرابيسيُّ ـ وكان يختلف معي إلى أصحاب الرأي ـ فقال : قد ورد رجلٌ مِنْ أصحاب الحديث يتفقَّهُ ، فقُمْ بنا نسخرْ به ، فقمتُ وذهبنا حتىٰ دخلنا عليه ، فسأله الحسينُ عن مسألةٍ ؛ فلم يزلِ الشافعيُّ يقول : قال الله ، وقال رسول الله صلى الله عليه وسلم ، حتىٰ أظلمَ علينا البيتُ ، وتركنا بدعتنا[2] ، واتبعناه[3] .

* * *

(١) علَّق العلامة الكوثري رحمه الله تعالىٰ : (في رحلته الثانية ، بعد وفاة محمد بن الحسن ، وكان أهلُ الحديث قبل الشافعيِّ يسلكون طريق الإقذاع في معارضة أهل النظر ، وهؤلاء كانوا يستخفُّون أحلامَهم ، فعلَّمهم الشافعيُّ طريقة قرع الحُجَّة بالحُجَّة ، بعد جمعِهِ بين الطريقتين ؛ بأن سمع علىٰ مالك « الموطأ » ، ثم حمل عن محمد بن الحسن وقرَ بختيٍّ ليس عليه إلا سماعه في رحلته الأولىٰ إلى العراق ، كما صحَّ عنه بطرق) انتهىٰ .

(٢) علَّق العلامة الكوثري رحمه الله تعالىٰ : (مِنَ الاسترسال في الرأي ، لا الرأي نفسه ؛ فإنه ليس ببدعة ، بل هو فهم دقيق في مدارك النصوص ممدوح) انتهىٰ .

(٣) ورواه أبو نعيم في « الحلية » (٩/ ١٠٣) ، والبيهقي في « مناقب الشافعي » (٢/ ٢٦٤) ، والخطيب البغدادي في « تاريخه » (٦/ ٦٥) ، والمصنف في « تاريخه » (٥١/ ٣٤٢) .

طبقات الشافعية الكبرى

لتاج الدين أبي نصر عبد الوهاب بن علي بن عبد الكافي السبكي

٧٢٧ — ٧٧١هـ

تحقيق

محمود محمد الطناحي   عبد الفتاح محمد الحلو

الجزء الأول



انسحب على الظَّواهر وأعرض عن ضمائر القلوب ، فوقع من حَالِق(١) الحق إلى حضيض الباطل ، وخرج عن قضايا المعقول ، وتبرَّأ منه المنقول ، فلا هو على الحق ولا هؤلاء .

والرابع : أنه كل طاعة فرضاً كانت أم نفْلا ، وهو رأى الخوارج ، وإليه ذهبتْ طائفةٌ من المعتزلة ، منهم : القاضي عبد الجبّار بن أحمد ، الذى يُلَقِّبُونه قاضى القضاة ، وكان رجلًا محقِّقًا واسعَ النَّظر .

والخامس : أنه الطَّاعة المفروضة دون النَّافلة ، وهو مذهب الشَّيخيْن : أبى على الجُبّائى ، وابنه أبى هاشم عبد السَّلام ، وكانا من أساطين الاعتزال ، ولهما الطَّامَّات الكبرى ، والفضائح فى المذاهب السَّاقلة ، ومعهما على هذا المذهب كثيرٌ من معتزلة البصْرة .

والسادس : أنه إقرار باللِّسان والمعرفة ، وهذا المذهب يُعْزَى إلى عبد الله بن سعيد ابن كُلَّاب ، وكان من أهل السُّنَّة على الجملة ، وله طول الذَّيْل فى علم الكلام ، وحسن النظر ، ولم يتَّضِح لى بعد شِدَّة البحث انْفصال مذهبه عن مذهب القائلين بأنه التَّصديق ؛ فإن الإقرار باللسان والمعرفة يستدعى سبْقَ المعرفة .

فإن قال : أنا لا أسمِّى نفسَ المعرفة إيمانًا ، وإنما أسمِّى الإقرارَ بها مع التلفُّظ إيمانًا ، ولا بد مع ذلك من وجودها .

قلنا له : أجهدتَ نفسَك فى غير عظيم .

وإن قال : لم أقل إقرار بالمعرفة ، وإنما قلتُ نفس المعرفة مع إقرار اللسان بمضمونها .

قلنا له : فهذا الآن مذهب الجماعة ؛ فماذا تُعْرَف ، وعلَامَ تُحَوِّم .

فإن قال : لفظ اللسان قد يكون إقراراً ، وقد يكون إنشاء .

قلنا : هذا الإنشاء لا ينافى الإقرار ، فإنه إخبار فى الحقيقة عما انْطوى عليه الضمير ،

---

(١) فى المطبوعة ، د : من خالف ، والمثبت من : ج .

المملكة العربية السعودية
وزارة الشؤون الإسلامية والأوقاف والدعوة والإرشاد
مجمع الملك فهد لطباعة المصحف الشريف
الأمانة العامة

بيان تلبيس الجهمية
في تأسيس بدعهم الكلامية

تأليف شيخ الإسلام
أحمد بن عبد الحليم بن عبد السلام بن تيمية الحراني
(ت ٧٢٨هـ)

الجزء السادس

التأويل - المعية - القرب - النفس - الأصابع
الجسم والجهة - الصورة

حققه
د. عبد الرحمن بن عبد الكريم اليحيى

محمد بن كُلَّاب[١] وهي طريقة[٢] طوائف كثيرة ممن يقول بالكلام والحديث، وغير ذلك، وهي طريقة الأشعري[٣] نفسِه[٤]، والبيهقي[٥] في آخر أمره، وطريقة ابن عقيل[٦] في آخر

---

(١) عبدالله بن سعيد بن كُلَّاب القطان، أو محمد البصري، رأس المتكلمين بالبصرة في زمانه صاحب التصانيف في الرد على المعتزلة، وربما وافقهم، وكان يلقب كلَّاباً لأنه كان يجر الخصم إلى نفسه ببيانه وبلاغته، وأصحابه هم (الكلابية) وكان يرد على الجهمية، وهو أقرب المتكلمين إلى السنة، بل هو في مناظريهم، وقد كان باقياً قبل الأربعين ومائتين. وذكر ابن حجر أنه «على طريقة السلف في ترك التأويل للآيات والأحاديث المتعلقة بالصفات، وعلى طريقته مشى الأشعري في كتاب الإبانة». وقال ابن القيم: «كان من أعظم أهل الإثبات للصفات والفوقية وعلو الله على عرشه منكراً لقول الجهمية».
انظر: (سير أعلام النبلاء) للذهبي ١١/ ١٧٤، و(لسان الميزان) لابن حجر ٣/ ٢٩٠، و(اجتماع الجيوش الإسلامية) لابن القيم، ص١١١.

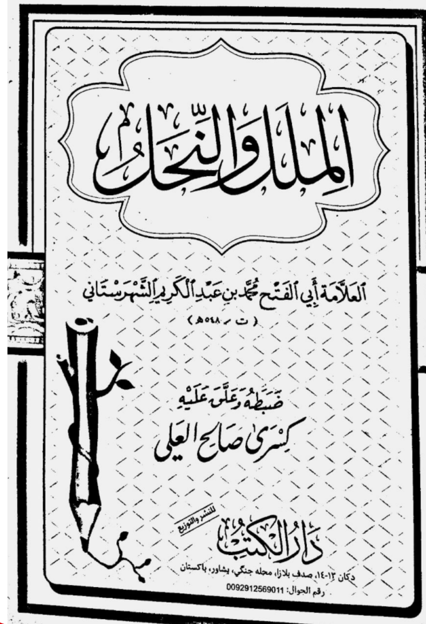
(٢) في ق: طريق.

(٣) تقدمت ترجمته في ص١٩٠.

(٤) هذا قبل أن يرجع إلى مذهب الإمام أحمد.

(٥) أحمد بن الحسين بن علي، أبو بكر، البيهقي، الحافظ، الثبت، الفقيه، ولد سنة(٣٨٤هـ)، وسمع وهو ابن خمس عشرة سنة، وبورك في علمه، وصنف التصانيف النافعة، وكان على سيرة العلماء قانعاً باليسير، متجملاً في زهده وورعه، قال إمام الحرمين أبو المعالي الجويني: «ما من فقيه شافعي إلا وللشافعي عليه منة إلا أبا بكر البيهقي، فإن المنة له على الشافعي، لتصانيفه في نصر مذهبه» ثم قال الذهبي: أصاب أبو المعالي، هكذا هو، ولو شاء البيهقي أن يعمل لنفسه مذهبًا يجتهد فيه لكان قادرًا على ذلك، لسعة علومه، ومعرفته بالاختلاف. توفي سنة(٤٥٨هـ) ودفن ببيهق على يومين من نيسابور.
(سير أعلام النبلاء) للذهبي ١٨/ ١٦٣، وترجم له السمعاني في (الأنساب) ١/ ٤٣٨، والسبكي في (طبقات الشافعية) ٤/ ٨.

(٦) تقدمت ترجمته في ص١٩٣.



ثم الشيعة في هذه الشريعة وقعوا في غلو وتقصير: أما الغلو؛ فتشبيه بعض أئمتهم بالإل تعالى وتقدس، وأما التقصير؛ فتشبيه الإله بواحد من الخلق. ولما ظهرت المعتزلة والمتكلمو من السلف رجعت بعض الروافض عن الغلو والتقصير، ووقعت في الاعتزال، وتخطت جماع من السلف إلى التفسير الظاهر؛ فوقعت في التشبيه.

وأما السلف الذين لم يتعرضوا للتأويل، ولا تهدفوا للتشبيه؛ فمنهم: مالك بن أنس[1] ﷺ إذ قال: «الاستواء معلوم، والكيفية مجهولة، والإيمان به واجب، والسؤال عنه بدعة»[2]. ومث أحمد بن حنبل[3] رحمه الله، وسفيان الثوري[4]، وداود بن علي الأصفهاني[5]، ومن تابعهم.

حتى انتهى الزمان إلى عبد الله بن سعيد الكُلَّابي[6]، وأبي العباس القلانسي[7]، والحار ابن أسد المحاسبي[8]؛ وهؤلاء كانوا من جملة السلف؛ إلا أنهم باشروا علم الكلام، وأيدو عقائد السلف بحجج كلامية وبراهين أصولية، وصنَّف بعضهم ودرَّس بعض... حتى جرى بي أبي الحسن الأشعري وبين أستاذه مناظرة في مسألة من مسائل الصلاح والأصلح فتخاصما؛ وانحاز الأشعري إلى هذه الطائفة، فأيد مقالتهم بمناهج كلامية، وصار ذلك مذهباً لأهل الس والجماعة، وانتقلت سمة الصفاتية إلى الأشعرية، ولما كانت المشبهة والكرامية من مثبتي الصفات؛ عددناهم فرقتين من جملة الصفاتية.

---

(۱) مالك بن أنس بن مالك بن أبي عامر الأصبحي، المدني، أبو عبد الله، أحد أئمة المذاهب الأربعة عند أهل السـ وإليه ينسب المذهب المالكي، توفي بالمدينة سنة (۱۷۹ھـ) ودفن بالبقيع، ومن تصانيفه «الموطأ».

(۲) انظر «الثمر الداني» للآبي الأزهري: (۱/ ۱۲).

(۳) أحمد بن محمد بن حنبل الشيباني، أبو عبد الله، إمام في الحديث والفقه، أحد أئمة المذاهب الأربعة عند أهل السـ وإليه ينسب المذهب الحنبلي، توفي ببغداد سنة (۲٤۱ھـ)، ومن تصانيفه «المسند»، وقد طبعته مؤسسة الرسالة في خمسين مجلداً بتحقيق الشيخ شعيب الأرناؤوط.

(٤) سفيان بن سعيد بن مسروق الثوري، أبو عبد الله، أمير المؤمنين في الحديث، توفي بالكوفة سنة (۱٦۱ھـ).

(٥) أبو سليمان، داود بن علي بن خلق الأصبهاني، أحد الأئمة المجتهدين، وإليه يُنسب المذهب الظاهري، توفي (۲۷۰ھـ).

(٦) عبد الله بن سعيد بن كُلَّاب، أبو محمد القطان، متكلم من العلماء، توفي سنة (۲٤٥ھـ).

(۷) أبو العباس القلانسي، إمام أهل السنة في عصره، زادت تصانيفه في الكلام على مئة وخمسين كتاباً.

(۸) الحارث بن أسد المحاسبي، أبو عبد الله، من أكابر الصوفية، كان عالماً بالأصول والمعاملات، له تصانيف في الزهد، توفي ببغداد سنة (۲٤۳ھـ).

فتح الباري
بشرح
صحيح البخاري

للإمام الحافظ أحمد بن علي بن حجر العسقلاني
"٧٧٣-٨٥٢هـ"

طبعة مزيدة بفهرس أبجدي بأسماء كتب صحيح البخاري

قرأ أصله تصحيحاً وتحقيقاً
وأشرف على مقابلة نسخه المطبوعة والخطية
عبد العزيز بن عبد الله بن باز
الأستاذ بكلية الشريعة بالرياض

رقم كتبه وأبوابه وأحاديثه
محمد فؤاد عبد الباقي

قام بإخراجه وصححه وأشرف على طبعه
محب الدين الخطيب

الجزء الأول

دار المعرفة
بيروت. لبنان

فى نقل الحديث وما يتعلق بصحيحه لا غير انتهى . وقد أبطل هذا الجواب فى كتاب التفسير فقال لما ناقش البخارى فى أشياء ذكرها من تفسير بعض الألفاظ بما معناه : لو ترك البخارى هذا لكان أولى ، لانه ليس من موضوع كتابه ، وكذلك قال فى مواضع أخر اذا لم يظهر له توجيه ما يقوله البخارى ، مع أن البخارى فى جميع ما يورده من تفسير الغريب إنما ينقله عن أهل ذلك الفن كأبى عبيدة والنضر بن شميل والفراء وغيرهم ، وأما المباحث الفقهية فغالبها مستمدة له من الشافعى وأبى عبيد وأمثالهما ، وأما المسائل الكلامية فأكثرها من الكرابيسى وابن كلاب ونحوهما . والعجب من دعوى الكرمانى أنه لايقصد تحسين الترتيب بين الأبواب ، مع أنه لا يعرف لأحد من المصنفين على الأبواب من اعتنى بذلك غيره ، حتى قال جمع من الأئمة : فقه البخارى فى تراجمه . وقد أبديت فى هذا الشرح من محاسنه وتدقيقه فى ذلك ما لا خفاء به ، وقد أمعنت النظر فى هذا الموضع فوجدته فى بادئ الرأى يظن الناظر فيه أنه لم يعتن بترتيبه كما قال الكرمانى ، لكنه اعتنى بترتيب كتاب الصلاة اعتناء تاما كما ساذكره هناك ، وقد يتلمح أنه ذكر أولا فرض الوضوء كما ذكرت ، وأنه شرط لصحة الصلاة ، ثم فضله وأنه لا يجب إلا مع التيقن ، وأن الزيادة فيه على إيصال الماء إلى العضو ليس بشرط ، وأن ما زاد على ذلك من الإسباغ فضل . ومن ذلك الاكتفاء فى غسل بعض الاعضاء بغرفة واحدة ، وأن التسمية مع أوله مشروعة كما يشرع الذكر عند دخول الخلاء ، فاستطرد من هنا لآداب الاستنجاء وشرائطه ، ثم رجع لبيان أن واجب الوضوء المرة الواحدة وان الثنتين والثلاث سنة ، ثم ذكر سنة الاستنثار إشارة إلى الابتداء بتنظيف البواطن قبل الظواهر ، وورد الأمر بالاستجمار وترا فى حديث الاستنثار فترجم به لأنه من جملة التنظف ، ثم رجع الى حكم التخفيف فترجم بغسل القدمين لا بمسح الخفين إشارة إلى أن التخفيف لا يكفى فيه المسح دون مسمى الغسل . ثم رجع الى المضمضة لأنها أخت الاستنشاق ، ثم استدرك بغسل العقبين لئلا يظن أنهما لايدخلان فى مسمى القدم ، وذكر غسل الرجلين فى النعلين ردا على من قصر فى سياق الحديث المذكور فاقتصر على النعلين على ما سأبينه . ثم ذكر فضل الابتداء باليمين ، ومتى يجب طلب الماء للوضوء . ثم ذكر حكم الماء الذى يستعمل وما يوجب الوضوء . ثم ذكر الاستعانة فى الوضوء . ثم ما يمتنع على من كان على غير وضوء ، واستمر على ذلك إذا ذكر شيئا من أعضاء الوضوء استطرد منه الى ماله به تعلق لمن يمعن التأمل ، إلى أن أكمل كتاب الوضوء على ذلك . وسلك فى ترتيب الصلاة أسهل من هذا المسلك فأورد أبوابها ظاهرة التناسب فى الترتيب ، فكأنه تفنن فى ذلك والله أعلم . قوله (الخبث) بضم المعجمة والموحدة كذا فى الرواية ، وقال

طَبقاتُ الشّافِعيّةِ الكُبرى

تأليف
تاج الدين أبي نصر عبد الوهاب بن علي بن عبد الكافي السُّبكي
المتوفى سنة ٧٧١ هـ

تحقيق
مصطفى عبد القادر أحمد عطا

الجزء الثالث

المحتوى:
بقية الطبقة الرابعة - الطبقة الخامسة



وأما قوله: صاح بالحيرة، وكان يقول: حيرني الهمذاني، فكذب ممن لا يستحيى، وليت شعرى! أى شبهة أوردها، وأىّ دليل اعترضه حتى يقول: حيرنى الهمذانى.

ثم أقول: إن كان الإمام متحيرًا لا يدرى ما يعتقد، فواهًا على أئمة المسلمين من سنة ثمان وسبعين وأربعمائة إلى اليوم؛ فإن الأرض لم تخرج من لدن عهده أعرف منه بالله، ولا أعرف منه! فيالله ماذا يكون حال الذهبى وأمثاله إذا كان مثل الإمام متحيرًا؟ إن هذا لخزى عظيم. ثم ليت شعرى! من أبو جعفر الهمذانى فى أئمة النظر والكلام؟ ومن هو من ذوى التحقيق من علماء المسلمين!

ثم أعاد الذهبى الحكاية عن محمد بن طاهر، عن أبى جعفر، وكلاهما لا يقبل نقله، وزاد فيها أن الإمام صار يقول: يا حبيبى ما ثم إلا الحيرة، فإنا لله وإنا إليه راجعون، لقد ابتلى المسلمون من هؤلاء الجهلة بمصيبة لا عزاء بها.

ثم ذكر أن أبا عبد الله الحسن بن العباس الرستمى، قال: حكى لنا أبو الفتح الطبرى، الفقيه، قال: دخلنا على أبى المعالى فى مرضه، فقال: اشهدوا علىَّ أنى رجعت عن كل مقالة يخالف فيها السلف، وأنى أموت على ما يموت عليه عجائز نيسابور. انتهى[٢٣].

وهذه الحكاية ليس فيها شيء مستنكر، إلا ما يوهم أنه كان على خلاف السلف. ونقل فى العبارة زيادة على عبارة الإمام.

ثم أقول: للأشاعرة قولان مشهوران فى إثبات الصفات، هل تمر على ظاهرها مع اعتقاد التنزيه، أو تؤول؟

والقول بالإمرار مع اعتقاد التنزيه هو المعزو إلى السلف، وهو اختيار الإمام فى الرسالة النظامية، وفى مواضع من كلامه، فرجوعه معناه الرجوع عن التأويل إلى التفويض، ولا إنكار فى هذا، ولا فى مقابله، فإنها مسألة اجتهادية، أعنى مسألة التأويل أو التفويض مع اعتقاد التنزيه.

إنما المصيبة الكبرى والداهية الدهياء الإمرار على الظاهر، والاعتقاد أنه المراد، وأنه لا

مسلکِ اعلیٰ حضرت

اہل بدعت کے سرخیل جناب نواب احمد رضا خان صاحب فاضل بریلوی کا اہل السنّت کے لبادے میں چھپا تشیع کے بدنما چہرے کی نقاب کشائی، اس کتاب میں ان کے خاندان، ان کے پیر و مرشد گھرانے کی رافضیت کو طشتِ از بام کیا گیا ہے، ناقابل تردید دلائل سے ان کے رافضیانہ گستاخانہ عقائد خصوصاً امّاں عائشہ طیّبہ طاہرہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں ان کے غلیظ، گستاخانہ اشعار اور بھیانک عقیدے پر تفصیلی گفتگو! آخر میں خان صاحب کے وہ گستاخانہ عقائد بھی پیش کئے گئے ہیں جس پر عرب وعجم کے علماء نے فتاویٰ صادر کیے، خان صاحب نے کس طرح اہل السنّت میں رافضی عقائد داخل کیے؟ ایک خونچکاں تاریخ اور بہت کچھ اس کتاب میں آپ کو پڑھنے کو ملے گا............!!